ڈاکٹر عبدالوہاب عزامؒ

حضورِ رسالتمآبؐ میں

چودہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں صبح کا ستارہ ظہورِ آفتاب کی بشارت لیے ہوئے طلوع ہوا۔ تشنہ کام زمین کو بارش کی خوشخبری دینے والا کوکب آشکارا ہوا۔ زمین پر خیر و برکت کا وہ چشمہ جاری ہوا جس کے فیضان سے ساری کائنات سیراب ہونے والی تھی۔ صحیفۂ ایام پر سیرتِ عظیمہ کی بسم اللہ تحریر کی گئی۔ زمانہ کے اوراق پر وہ کتاب لکھی گئی جس کا صفحۂ اوّل مشرق اور صفحۂ آخر مغرب تھا۔ جس کے صفحات پر تاریخِ بشریت کے نادر ترین واقعات ثبت تھے۔ علم الاخلاق نے اپنے عظیم تر قانون کو ایک بچّہ کی شکل میں جنم دیا۔ مکہ میں قریش کے گھرانے میں اس غریب بچّہ نے عہدِ طفولیت کی پہلی آواز بلند کی۔ آمنہؓ بنتِ وہب کے بطن سے محمدؐ بن عبداللہ تولّد ہوئے۔

اس بچّہ کی ولادت پر شادیانے نہیں بجے۔ دُور دُور خبریں نہیں بھیجی گئیں۔ نہ مبارک سلامت کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور نہ جشن منائے گئے۔ لیکن خلاقِ عالم کو علم تھا کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آیا ہے۔ زمین کس کے قدوم سے مفتخر ہوئی ہے۔ صرف اللہ کو معلوم تھا کہ آج وہ قدسی صفات پیدا ہوا ہے جو کائنات کو توحید سے لبریز کرے گا۔ صنم پرستی کا خاتمہ کرے گا۔ حق کو بلند اور باطل کو ذلیل کرے گا۔ خیر کا حامی اور شر کا دشمن ہوگا۔ غلامی کو نابود اور حریت کو قائم کرے گا۔ بانیانِ ظلم و جور کو لرزہ براندام کرے گا۔ بے بسوں اور بے کسوں کی ڈھارس بندھائے گا۔ انسانوں کے درمیان اونچ نیچ ختم کرے گا۔ مساوات کو عام کرے گا۔ غرورِ حسب و نسب کو توڑے گا اور عملِ صالح کو عظمت بخشے گا۔ تعصباتِ قومی کو مٹا کر اخوتِ عامہ کا درس دے گا۔

صرف اللہ جانتا تھا کہ آج جو شخص پیدا ہوا ہے وہ حق کو مندروں اور کلیساؤں کی قیود سے نکال کر معرکۂ حیات میں کھڑا کر دے گا۔ اہلِ فقر و مسکنت جس نیک عمل کو ترستے تھے اس کو اربابِ اقتدار کی زبانوں اور ہاتھوں سے نافذ کرا لے گا اور اب بادشاہ دیوتاؤں اور خداؤں کی صف میں نہیں بلکہ نماز کی صف میں کھڑے ہوں گے۔ زندگی کمزوری اور بے عملی کے بجائے خیر و حق کے لیے جہادِ مسلسل کا نام ہوگی۔ اب دنیا کو معلوم ہوگا کہ حق اور قوت کس طرح یکجا ہوتے ہیں اور حکومت و نبوت کیونکر ہم عناں ہوتی ہیں۔

یا رسول اللہؐ! آج ہم آپؐ کی شریعت، آپؐ کی دعوت سے کس قدر دُور ہو گئے ہیں اور ہماری سیرت آپؐ کی سنت سے کس قدر مختلف ہو گئی ہے۔

حضورؐ آپ نے مسلمان کو تعلیم دی تھی کہ وہ اس زمین پر خدا کا خلیفہ بنے۔ عدل و انصاف کا بول بالا کرے۔ اور روزی کو خدا کے بندوں میں تقسیم کرے۔ قانونِ خداوندی کے مطابق اس کے تمام بندوں کا نگران کار رہے۔ ان کو حق و صداقت کی طرف کھینچ کر لائے اور عملِ خیر کی طرف گامزن کرے۔

مگر آج مسلمان کہاں اور منصبِ جلیلۂ خلافت کہاں۔ اس کی عقل کہاں اور آپؐ کی حکیمانہ سیاست کہاں۔ افسوس! مسلمان اس عظیم ترمرتبہ سے گر چکا ہے۔ اس کا قلب مطمحِ بلند سے اور اس کا عزم ہمتِ کامل سے محروم ہے۔ اور اس کا ہاتھ عظمتِ سلطانی سے خالی ہے۔

حضورؐ آپ نے مسلمان کو عدل و انصاف کا ذمہ دار بنایا تھا۔ آپؐ نے اس کو سکھایا تھا کہ دوسرے شخص کی طرح وہ خود کو بھی عدل کے سامنے جوابدہ سمجھے۔ نہ ظلم کرے نہ ظلم سہے۔ نہ کسی کا حق مارے نہ اپنا حق چھوڑے۔

یاایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولایجرمنکم شنآن (اے مسلمانو! خدا کے لیے عدل قائم کرو۔ کسی سے عداوت کی بنا پر عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

قوم علی الا تعدلوا، اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (تم عدل قائم کرو عدل تقویٰ سے قریب تر ہے۔ پرہیزگار بنو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

یاایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین۔ اے مسلمانو! اگر عدل کا فیصلہ تمہارے والدین، اہل قرابت یا خود تمہارے خلاف واقع ہو۔ تب بھی تم اس کو نافذ کرو۔

دعوت کیا تھی صلائے عام، خطاب جامع، سعادتِ فرد، فلاحِ جماعت، متوازن معاملہ، مستحکم قانون، منضبط نظام اور ہمہ گیر محبت تھی۔ یہ دعوت تھی غلبۂ حق و عدل کی اور اس امر کی کہ انسان صرف اللہ کی عبودیت اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لیے ہے۔ وہ ذاتی اغراض و خواہشات کا غلام نہیں ہے۔ وہ مسرت و غضب میں، اپنوں اور غیروں کے معاملات میں، دشمنوں اور دوستوں کے نزاعات میں، صرف انصاف کا ساتھی ہے۔ وہ قانونِ الٰہی کو نافذ کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک قریب و بعید اور دشمن و دوست کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

یا رسول اللہ! یہ متحارب قومیں جن کی عقلیں تیز، دل مردہ، دست و بازو قوی اور باطن مضمحل ہیں۔ جن کا ظاہر روشن اور اندرون تاریک ہے۔ جنہوں نے نہ تو عدل و انصاف کو اپنا مقصد بنایا اور نہ جن کی محبت و نفرت اور نفع و ضرر حق کے تابع ہیں۔ کاش کہ یہ قومیں آپؐ کی آیات پڑھتیں اور سمجھتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتیں۔ ان کے قائدین خدا کی زمین پر خدا کے بندوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرتے اور اس معاملہ میں یہ لوگ یگانہ و بیگانہ اور قریب و بعید میں کوئی امتیاز نہ کرتے۔ ہر شخص ان کی سچائی اور خیر خواہی سے فیض یاب ہوتا۔ اور وہ دغل و فریب، اور مکر و تعدی کو چھوڑ دیتے اور بنی نوع انسان ان کی سچائی و خیر اندیشی کی بدولت ہر قسم کی دسیسہ کاریوں سے نجات پاتی۔ اگر ہر قائد عدل کو مطمح نظر

بنا کر خود کو اور ساری قوم کو اس کا پابند و خوگر بناتا تو دنیا کی تمام اقوام سعیِ حیات میں منصفانہ طور پر شانہ بہ شانہ مصروفِ عمل ہوتیں۔ اور تخریب و غارت گری کے بجائے دنیا کی فلاح و بہبود کے مسائل میں ایک دوسرے سے تعاون کرتیں۔

یاد رکھو! عدل سعادت ہے فرد کی۔ سعادت ہے جماعت کی اور سعادت ہے تمام عالمِ انسانیت کی۔

یا رسول اللہ! آپؐ نے مسلمانوں کو آزادی و بے باکی کا سبق پڑھایا تھا۔ حرص و آز اور بندگیٔ خواہشات سے نکالا تھا اور ان کو اس زمین پر غیر متبدل قانونِ حق کے نفاذ اور پیامِ صداقت کے اعلان کے لیے مامور کیا تھا۔ مگر مسلمان اس کے برعکس ہوا و ہوس اور نفسی نفسی کی کشاکش میں گرفتار ہیں۔

آپؐ نے مسلمان کو بے لوثی اور پاکبازی کا درس دے کر اس دنیا پر قابض و متصرف بنایا تھا نہ کہ ملوک کا پرستار، بندۂ زر اور حلقہ بگوشِ دولت۔ مگر مسلمان اس کے برعکس جاہ پرست، حریص اور لٹیرا بنا ہوا ہے۔ زمین و آسمان بسر ہو سکتے ہیں مگر مسلمان کی طمع نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عزت چاہتا ہے وہاں ذلت اٹھاتا ہے۔ جہاں حصولِ ثروت کے لیے لپکتا ہے وہاں افلاس دامنگیر ہوتا ہے۔ اور خوش اقبالی کے بجائے اس کے سر پر بدبختی سایہ افگن رہتی ہے۔

یا رسول اللہ! آپؐ کی تعلیم نے مسلمانوں کو ذی عزت، خوددار اور موحد بنایا تھا۔ انسان انسان برابر ہو گئے تھے۔ کوئی کسی کا مالک و رب نہیں رہا تھا۔ لیکن ان پست ذہنوں نے اپنے دور کے طاقتوروں اور قارونوں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کی پرستش شروع کر دی اور ان کی بارگاہوں میں جھک جھک کر اپنے شرفِ انسانیت کو غارت کر دیا۔

آپؐ کی تعلیم تھی کہ مسلمان پیکرِ جہد و عمل، دائم الحرکۃ، اور ستاروں کی مانند ہمیشہ مصروفِ تگ و تاز رہے۔ محنت کا دھنی ہو۔ خوف، مایوسی اور طمع سے آزاد ہو۔ اس کے عزم و ارادوں کے سامنے بحر و بر اور کوہ و بیاباں بے حقیقت ہوں اور وہ ہمیشہ رواں دواں اور تیز گام رہے۔

مگر افسوس! اب مسلمان معطل بیٹھا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ عبادت ہے۔ بے عمل رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ توکل ہے۔ مایوس ہوتا ہے اور اس کی توجیہہ کرتا ہے کہ یہ قناعت ہے۔ لوگوں نے آپؐ کے ارشادات میں کیسی تحریف کی ہے اور آپؐ کی آیات سے کس قدر بے خبر ہو گئے ہیں۔

یا رسول اللہ! آپؐ نے مسلمان کو مہمات میں جری اور حوادث میں صبور بنایا تھا۔ گویا مسلمان کارزارِ حیات میں قضائے مبرم و فطرت کا غیر متبدل قانون تھا۔ مصائب کے ہجوم میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرتی اور اس کی پیشانی پر اعتماد کا نور جلوہ گر ہوتا تھا۔ ایمانِ کامل اور یقینِ محکم کی بدولت اس کی مشکلات کے بادل چھٹ جاتے تھے۔ اور امیدوں کے ستارے جگمگا اٹھتے تھے۔ غبار صاف ہو کر دُرِ آبدار کی ضیا دکھائی دیتی۔ میان ہٹتی اور تلوار چمکتی۔ مگر افسوس آج کا مسلمان ان صفاتِ جلیلہ سے محروم، مایوس، ناکام اور نڈھال ہے۔

یا رسول اللہ! میں آپؐ کے حضور ایک لمحہ کے لیے کھڑا ہوا تو عزت، عظمت، حریت، حق، خیر و برکت اور

فضیلت کا ہر مفہوم مجھ پر مینہ کی طرح برسنے لگا، اور خسیب و خسران، ذلت و نکبت، شر و بطلان میرے کاشانۂ دل سے یکسر پرواز کر گئے۔

یا رسول اللہ! آپ کی سیرتِ مبارک تاریکی میں بھٹکنے والوں کے لیے چراغِ روشن اور نیرِ اعظم ہے۔ آپ کی شریعت طالبانِ خیر کے حق میں مشعلِ ہدایت ہے۔ آپ کی دعوت طالبانِ حق کے لیے اذانِ صبح ہے اور آپ کی رسالت ساری دنیا کے لیے رحمت ہے۔ اگرچہ مسلمانوں نے کج روی اختیار کر لی اور آپ کی سنتِ مستقیم سے لوگ بھٹک گئے ہیں مگر آپ کی شریعت محو نہیں ہوئی۔ وقت آ رہا ہے کہ آپ کی سیرت ہی ان کو راہِ راست پر لائے گی اور آپ کی سنت ہی ان کا مقصدِ حیات بنے گی اور آپ کی دعوت ہی ان کی رہنمائی کرے گی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک (ترجمہ)

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی آخری تصنیف

تشبیہاتِ رُومی

مولانا جلال الدین رومی تشبیہ و تمثیل کے بادشاہ ہیں۔ وہ ہر قسم کے اخلاقی و روحانی مسائل کو سلجھاتے اور ہر باریک نکتے کی وضاحت کرنے کے لیے ایسی دل نشین تشبیہہ دیتے ہیں جو یقین آفریں بھی ہوتی ہے اور وجد آور بھی۔

رومیات کے مشہور عالم اور نامور مفکر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے ان تشبیہات کی بڑے دلکش اور وجد آفریں انداز میں تشریح کی ہے۔ اور ان کی یہ تصنیف حکمت و معرفت کا ایک بحرِ ذخار ہے جس کی اشاعت سے اردو زبان کے افادی ادب میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔

خوشنما ٹائپ۔ دیدہ زیب طباعت۔ عمدہ کاغذ

قیمت .... آٹھ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور